محمد جعفر شاہ پھلواری

ذمّیوں کی حیثیت

ذمی ان غیر مسلموں کو کہتے ہیں، جو ایک اسلامی ریاست میں رہتے ہیں، خواہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں۔ بظاہر ان کی حیثیت محکوم کی ہوتی ہے، لیکن ان کی محکومیت دوسرے عام مسلمانوں کی محکومیت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہوتی۔ اہلِ اسلام ہی کی طرح ان کی جان، مال، آبرو، مذہب اور معبد سب محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ فرق دونوں کی زندگی میں صرف دو ہیں:-

۱۔ ذمیوں سے جزیہ لیا جاتا ہے اور مسلمانوں سے زکوٰۃ۔

۲۔ ان کو ایسے کلیدی مناصب نہیں دئے جاتے، جہاں ذرا سی لغزش پوری ریاست کو خطرے میں ڈال دے۔

ان دو فرقوں کی وجہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کمزور طبقے کی زندگی کو رعائتوں اور سہولتوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ آئیے ذرا اس پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے چلیں:-

قرآن کی رُو سے جزیہ فقط اہلِ کتاب سے لیا جانا چاہیئے، جیسا کہ ارشاد ہے:-

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ (۹: ۲۹)

ان اہلِ کتاب سے جنگ کرو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، اور اللہ و رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں کرتے، اور دینِ حق کو اختیار نہیں کرتے، تا آنکہ وہ ماتحت ہو کر ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

یہ ایک ٹیکس ہے جو نہایت ہلکا ہے۔ فقہ حنفی میں بارہ درہم سے اڑتالیس درہم سالانہ تک ہے۔ (ایک درہم = کم و بیش سوا دو ماشہ چاندی) لیکن دراصل یہ ایک متبدل چیز ہے۔ ریاست اسلامیہ اس میں تغیر و تبدل کر سکتی ہے۔ یہ ٹیکس صرف بالغوں سے لیا جائے گا۔ بچے، عورتیں، راہب، نہ کمانے والے، معذور، نادار، بیمار وغیرہ سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ بلکہ معذور اور مفلس کی کفالت خود ریاست کے ذمے ہے۔ اس ہلکے سے ٹیکس کے عوض ان سب کی جان و مال، آبرو، مذہب اور معبد محفوظ رہیں گے۔ ان کی حمایت میں ہر دشمن سے جنگ کی جائے گی۔ اور خود ان سے کوئی جنگی خدمت نہیں لی جائے گی۔ اگر وہ کسی وقت جنگی خدمات میں شرکت کریں گے تو یہ ٹیکس معاف کر دیا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں اہلِ اسلام سے جنگی خدمات بھی لی جائیں گی، اور زکوٰۃ بھی، اور اس کی شرح دولت کی نسبت سے بڑھتی چلی جائے گی۔ اگر ایک ذمی ایک کروڑ روپے کا مالک ہو، جب بھی اس سے وہی ۴۸ درہم لئے جائیں گے لیکن مسلمان سے اس صورت میں اس کا چالیسواں (اگر ریاست اسی کو بحال رکھے) یعنی ڈھائی لاکھ روپے لئے جائیں گے۔ غور فرمایئے کہ

السلم فما جعل اللہ لکم علیہم سبیلا۔ (۴: ۹۰) کر دیتا اور وہ تم سے جنگ کرتے۔ پس اگر وہ تمہیں چھوڑ دیں اور تم سے جنگ نہ کریں بلکہ صلح پیش کریں تو پھر اللہ تعالےٰ تم کو ان پر (چڑھ دوڑنے کا) کوئی اختیار نہیں دیتا۔

اس آیت میں جو باتیں غور طلب ہیں وہ یہ ہیں :۔

(۱) محارب قوم کا وہ گروہ اگر اپنی قوم سے کٹ کر کسی معاہد قوم سے مل جائے تو اس کی پوزیشن یہ ہو جاتی ہے کہ نہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے نہ اپنی قوم سے ایسے گروہ سے جنگ نہیں کی جائے گی۔

(۲) بلکہ اگر وہ صلح کرنی چاہے تو اس کی پیش کش قبول کرنی ہوگی۔

(۳) جنگ کا مقصد اخلاقی اقدار کو قائم کرنا ہے نہ کہ دشمنی نکالنا۔ اس لئے مقہور و مغلوب قوم کے ساتھ منتقمانہ سلوک کرنے کی بجائے انسانیت کا سلوک ضروری ہے، اور اس مقصد کے لئے یہ کہہ کر خبردار کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تم کو ان پر مسلط کر دے تو؛ پس اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے بھی غالب ہو کر انسانیت کا برتاؤ کر سکیں، تو تم بھی ان کی مجبوری سے غلط فائدہ نہ اٹھاؤ، بلکہ ہر طرح کی ویسی ہی رعائتیں دو جو تم خود مغلوب ہونے کی حالت میں پسند کر سکتے تھے۔

پابندیٔ عہد پر زور۔ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ ان معاہدوں کو، خواہ وہ غالبانہ ہوں یا مساویانہ یا مغلوبانہ، محض کاغذی حیثیت کا معاہدہ نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ اتنی سختی سے ان کی پابندی کا حکم ہے، جس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معاہدے اور مواثیق میاں بیوی کے درمیان بھی ہوتے ہیں، اللہ اور بندے کے درمیان بھی۔ لیکن یہ سب معاہدے ہمارے موضوع میں داخل نہیں۔ اس وقت ہم صرف ان آیات و احادیث کو درج کرینگے، جن کا تعلق قومی مواثیق سے ہے یا وہ عام ہیں۔ پہلے چند آیات ملاحظہ فرمائیے :۔

(۱)۔۔۔۔ الا الذین عٰھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئاً ولم یظاھروا علیکم احداً فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ۔۔۔۔۔ (۹ : ۴)

(قتال کے بیان کردہ احکام سے وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں) جن سے تم نے معاہدہ کیا اور تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، ان لوگوں کے ساتھ ان کے عہد کو ان کی مدت تک پورا کرو۔

پھر آگے ارشاد ہوتا ہے :۔

فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین۔ (۹ : ۷)

جب تک یہ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی مضبوطی سے قائم رہو کیونکہ یہ عین تقویٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ متقین کو محبوب رکھتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔ والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا۔ (۲: ۱۷۷)

نیکوکاروں کی صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

یہ آیت تمام طرح کے معاہدوں پر مشتمل ہے خواہ وہ قومی ہو یا ذاتی، انسان سے ہو یا خدا سے۔

آسانی وئیسران محکوموں کے لئے ہے یا حاکم قوم کے لئے۔

دوسرا فرق کلیدی مناصب کے نہ دینے کا ہے۔ یہ اسی وقت تک ہے جب تک ریاست کے نصح (خیرخواہی) کا یقین نہیں آتا۔ ایک ریاست کی بنیاد جن نظریات پر قائم ہو اس کے خلاف نظریہ رکھنے والے کو دُنیا میں کہیں بھی ایسے نازک مناصب سُپرد نہیں کئے جا سکتے جن میں ادنیٰ سی لغزش پوری ریاست کو برباد کردے۔ اور یہ کچھ ذمیوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اگر اسلام میں بھی ایسے افراد ہوں، جن کی عقل وعمل پر اعتماد نہ ہو یا ان کی منافقت بھانپ لی گئی ہو، تو کلیدی اور نازک مناصب ان کے سُپرد بھی نہیں کئے جائیں گے۔

ان ذمیوں کو صرف ایک درم سے چار درہم ماہانہ کے عوض جو رعائتیں اور سہولتیں حاصل ہیں، ان کا ایک نمونہ اس صلحنامے میں دیکھئے جو سیدنا حضرت عمرؓ نے اہلِ ایلیا کو لکھ کر دیا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما اعطی عبد اللہ عمر امیر المؤمنین اھل ایلیا من الامان، اعطاھم اماناً لانفسھم واموالھم ولکنائسھم وصلبانھم و سقیمھا وبریئھا وسائر ملتھا انہ لا تسکن کنائسھم ولا تھدم ولا ینتقص منھا ولا من حیزھا ولا من صلیبھم ولا من شیء من اموالھم ولا یکرھون علی دینھم ولا یضار احد منھم..... (طبری ج ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ امان نامہ ہے جو اللہ کے غلام اور مومنوں کے امیر عمرؓ نے اہلِ ایلیا کو دیا ہے۔ یہ امان ہے ان کی جانوں، مال، گرجاؤں، صلیبوں، تندرستوں اور بیماروں اور ان کی ساری ملت کے لئے۔ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی، نہ ان کو منہدم کیا جائے گا، اور گرجاؤں کے کسی حصّے کو بھی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ان پر کوئی دینی دباؤ نہ ڈالا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔

اہلِ شام کے ذمیوں کے لئے حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہ کو یہ فرمان لکھا تھا:۔

وامنع المسلمین من ظلمھم والاضرار بھم واکل اموالھم الا بحلھا ووف لھم بشرطھم الذی شرطت لھم فی جمیع ما اعطیتھم۔

ذمیوں پر ظلم کرنے، ان کو کوئی نقصان پہنچانے اور ان کا مال ناجائز طریقے پر کھانے سے مسلمانوں کو باز رکھو، اور ان سے جس معاملے میں جو جو شرطیں کی ہیں وہ سب پوری کرو۔

اپنے آخری وقت میں سیدنا عمرؓ نے جو وصیت فرمائی ہے، اس کا آخری حصّہ یہ ہے:۔

واوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم..... (بخاری)

میں ان لوگوں کے لئے جن کو اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمیوں کے بارے میں) یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کیا جائے اور ان کی حمایت میں جنگ کی جائے اور ان کی استطاعت سے زیادہ ان پر کوئی بوجھ (ٹیکس وغیرہ کا) نہ ڈالا جائے۔

حضرت عمرؓ نے جرجان و آذربیجان وموقان کے ذمیوں کو امان نامہ لکھ کر دیا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

لهم الامان علی انفسهم واموالهم وملّلهم وشرائعهم ولا یغیر بشئ من ذلك ۔ (طبری)

ان ذمیوں کی جان، مال، ملّت اور شریعت سب کو امان ہے اور کسی بات میں بھی ردّ و بدل نہیں ہوگی۔

یہ تمام رعائتیں حضرت عمرؓ کا کچھ اپنا ایجاد نہ تھیں۔ اس سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کو اسی قسم کی امان مرحمت فرمائی تھی۔ حضورؐ نے یہود بنی عوف کو جو عہد نامہ لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان یہود بنی عوف أمة مع المسلمین ان بینهم النصر علی من حارب وان بینهم النصح والنصیحة والبر دون الاثم وان بطانة یهود کانفسهم وان النصر للمظلوم ۔ (سیرت ابن ہشام)

یہود بنی عوف اور مسلمان اور قوم سمجھے جائیں گے، ہر حملہ آور کے مقابلے میں ایکدوسرے کی مدد کرینگے اور دونوں کے درمیان خیر سگالی اور نفع رسانی کے تعلقات رہیں گے، یہود کے حلیف بھی اس معاہدے میں شریک سمجھے جائینگے، مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائیگی۔

حضورؐ نے اسی قسم کا امان نامہ نجران کے عیسائی ذمیوں کو بھی دیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

لنجران جوار الله وذمة محمد النبیّ علی انفسهم وملّتهم وارضهم واموالهم وغائبهم وشاهدهم وعشیرتهم وتبیعهم، وان لا یغیروا مما کانوا علیه، ولا یغیر حق عن حقوقهم ولا یغیر کل ما تحت ایدیهم من قلیل او کثیر۔

اہل نجران کو اللہ کی پناہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ حاصل ہوگا، ان کی جان، ملّت، ملک، مال، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کی قوم اور ان کے متبعین سب کو امان ہے، ان کی موجودہ پوزیشن میں کوئی ردو بدل نہیں کی جائیگی، ان کا کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا جائے گا۔

اوپر یہود کے معاہدے کا پہلا جملہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت یا قوم ہونگے۔ تقسیم ہند سے پہلے یہ جملہ اس نظریے کی تائید میں اکثر لوگ پیش کیا کرتے تھے، کہ ہندو مسلمان ایک قوم ہیں۔ لیکن اس حقیقت پر ان لوگوں کی نظر نہیں گئی، کہ یہ جملہ خود پورے معاہدے کا ایک جزو ہے۔ فقط بلینک چیک (BLANK CHECK) کے فریب آمیز وعدے پر اور کوئی معاہدۂ حقوق کئے بغیر یہ فراخ دلی نہیں برتی گئی تھی۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ یہ تمام رعائتیں ایک مقہور و مغلوب قوم کو بطور ذمی دی گئی ہیں۔ متحدہ ہندوستان میں جبکہ مسلمان خود مقہور و مغلوب تھے، یہ رعائتیں دے کر طاقتور غیر مسلم قوم کے ساتھ ایک قوم بننے کا سوال ہی کیسے پیدا ہوتا تھا۔ درآں حالیکہ قرائن واضحہ وفائے عہد اور حسن نیت کی کوئی ضمانت نہ دیتے ہوں؟ کمزور قوموں سے معاہدہ کرتے وقت ان کو اس قدر رعائتیں کیوں دینی چاہئیں؟ اس کی ایک وجہ قرآن کی زبان سے سُنئے:۔

.....الّا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینهم میثاق او جاءوکم حصرت صدورهم ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومهم ولو شاء الله لسلطهم علیکم فلقاتلوکم فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم

قتال کے ان احکام سے مستثنیٰ ہیں وہ لوگ جو ایسی قوم سے مل جائیں، جن کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو چکا ہے یا وہ لوگ تمہارے پاس بھیجے ہوئے متامل دل کے ساتھ آئیں کہ وہ تم سے قتال کریں یا اپنی قوم سے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط

(۳) ...... الذین یوفون بعهد اللّٰہ ولاینقضون المیثاق ۔ (۱۳: ۲۰)

اولوالالباب وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور انسانی معاہدوں کو نہیں توڑتے۔

(۴) .... وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علیٰ قوم بینکم وبینهم میثاق ۔ (۸: ۷۲)

اگر کسی جگہ کے مسلمان دینی معاملات میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے، لیکن اس قوم کے خلاف یہ مدد جائز نہیں جس سے تمہارا کوئی معاہدہ ہو چکا ہو۔

یہ آیت بڑی غور طلب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پابندی معاہدہ کی اخلاقی قدروں کو دینی و قومی تعصبات پر کامل ترجیح حاصل ہے۔

(۵) ان شر الدواب عند اللّٰہ الذین کفروا فهم لا یؤمنون ۰ الذین عٰهدت منهم ثم ینقضون عهدهم فی کل مرة وهم لا یتقون ۰ ..... واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علٰی سواء ط ان اللّٰہ لا یحب الخائنین ۰ .... وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللّٰہ ط انه هو السمیع العلیم ۰ وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللّٰہ ۔ (۸: ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۶۱، ۶۲)

اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق وہ اہلِ کفر ہیں جو ایک تو ایمان نہیں لاتے دوسرے تم ان سے معاہدہ کرتے ہو، تو وہ ہر موقعے پر اپنا عہد توڑ بیٹھتے ہیں اور ذرا بھی نہیں ڈرتے ..... اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا یقینی خطرہ پیدا ہو جائے تو ان کا عہد برابری کے اصول پر پھینک دو۔ اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ..... اگر وہ مائل بہ صلح ہوں تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، وہ سمیع و علیم ہے۔ اگر وہ (اس صلح میں) فریب کا ارادہ بھی رکھتے ہوں تو تمہارے لئے اللہ کافی ہے ......

ان آیات میں قابلِ غور نکات یہ ہیں :-

(۱) معاہدہ شکنی بدترین مخلوق کا کام ہے۔

(۲) عہد شکنی خیانت ہے۔ اللہ تعالے یہ دونوں صفتیں اسلام لانے والوں میں دیکھنا کس طرح پسند کر سکتا ہے ؟

(۳) اگر قرآئن واضح سے خیانت کا خطرہ پیدا ہو جائے، تو کسی نقصان کا تجربہ ہونے سے پہلے ہی عہد نامہ ان کے آگے پھینک دیا جائے گا، مگر

(۴) اس میں بھی علیٰ سواء کا خیال رہے گا۔ جس کا مطلب میرے نزدیک یہ ہے کہ پورے معاہدے کی جن دفعات کو اللہ جس حد تک وہ توڑیں تم بھی اسی حد تک توڑ دو۔

(۵) جنگ پر صلح مقدم ہے۔ لہذا میلانِ صلح دیکھتے ہی آمادۂ صلح ہو جانا چاہئے، اور جتنی رعائتیں ممکن ہوں سب دے کر صلح کر لینی چاہئے۔

(۶) اگر معاہد قوم بدنیت بھی ہو تو صلح میں تامل نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں، جن میں معاہدے کو "ایمان" یعنی قسمیں قرار دیا گیا ہے، نقضِ عہد کی سخت مذمت کی گئی ہے اور پابندیٔ عہد پر زور دیا گیا ہے۔ اب اسی سلسلے کی کچھ احادیث بھی سُنیئے :-

عن صفوان بن سلیم عن عدة من ابناء الصحابة عن آبائهم رفعوه من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة۔ (ترمذی)

متعدد صحابہ حضور کا یہ فرمان روایت کرتے ہیں کہ جو معاہد پر ظلم کرے گا یا معاہدے میں کمی بیشی کرے گا یا اس کی قوت برداشت سے زیادہ اس پر (ٹیکس وغیرہ) کا بوجھ ڈالے گا یا اس کی خوشدلی کے بغیر اس سے کچھ وصول کرے گا تو بروزِ قیامت اس معاہد کی طرف سے وکیل ہوں گا۔

اس فرمان میں معاہد سے نرم شرطوں پر معاہدہ کرنے، اسے ہر طرح کی سہولت دینے، ظلم اور سختی سے بچنے اور ان شرائط پر قائم رہنے وغیرہ سب باتوں کا ایک ساتھ ہی ذکر آگیا ہے۔

عن ابی رافع قال بعثتی قریش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رأیته القی فی قلبی الاسلام فقلت یا رسول اللہ لا ارجع الیھم ابدا فقال انی لا اخیس بالعھد ولا احبس البرد ولکن ارجع فان کان فی نفسك الذی فی نفسك الان فارجع فذھبت ثم اتیت صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت۔ (ابوداؤد)

ابورافع کہتے ہیں کہ مجھے کفّار قریش نے حضورؐ کی خدمت میں بطور سفیر بھیجا۔ حضورؐ کو دیکھتے ہی میرے دل میں اسلام اُتر گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو کبھی ان کے پاس واپس نہ جاؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں معاہدے میں غداری نہیں کرتا اور نہ سفیروں کو قید کرتا ہوں۔ تم اس وقت تو واپس جاؤ۔ پھر اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ باقی رہے تو واپس آجاؤ۔ غرض اس وقت تو میں واپس آگیا۔ اس کے بعد دوبارہ حاضر ہو کر اسلام لے آیا۔

اس روایت پر غور کیجیئے، ایک شخص خود اسلام لاتا ہے، مسلمانوں کی جماعت میں ایک آدمی کا اضافہ ہوتا ہے۔ جو بہت سے اضافوں کا سبب بن سکتا ہے، وہ خود کفارِ قریش میں لوٹ کر واپس جانا نہیں چاہتا۔ لیکن معاہدہ یہ ہو چکا ہے کہ اہلِ مکّہ میں سے جو بھی مدینے جائے گا (خواہ وہ پہلے ہی علی الاعلان اسلام لا چکا ہو) واپس کر دیا جائے گا۔ معاہدے کی اسی دفعہ کی پابندی کا تقاضا یہ تھا کہ حضورؐ نے ابورافع کو واپس کر دیا۔

یہی ایک اور صحابی کے ساتھ بھی ہوا، جن کا نام ابوبصیر ہے۔ انھیں واپس لینے کے لئے دو شخص کفّار قریش نے مدینے بھیجے اور حضورؐ نے ان کو صرف معاہدے کی پابندی کی خاطر ایسی حالت میں بھیج دیا کہ ان دونوں کی جان، مال، آبرو کی کوئی ضمانت کفّے میں موجود نہ تھی۔ اور بالکل یہی صورت ابوجندلؓ کے ساتھ عین صلح حدیبیہ کے موقعے پر ہوئی، جبکہ صلحنامے پر ابھی دستخط بھی نہیں ہوئے تھے۔

عن بن عمر رفعه: ان الغادر ينصب له لواء يوم القيمة فيقال هذه الغدرة فلان۔ (ابوداؤد وترمذی)

غداری (معاہدے کی خلاف ورزی اور بدعہدی) کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی بدعہدی کا نشان ہے۔

عن عمرو بن عنبسة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من کان بینه وبین قوم عهد فلا یحلن عهدا ولا یشدنه حتی یمضی امده او ینبذ الیهم علی سواء۔ (ترمذی و ابوداؤد)

جس کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو جائے وہ نہ اسے کھولے نہ باندھے تاآنکہ میعاد گزر جائے یا اعلانِ جنگ ہو جائے (نبذ علی سواء کے معنی غایۃ المامول شرح التاج الجامع الاصول میں اعلانِ جنگ کے لکھے ہیں لیکن میرے نزدیک وہ معنی زیادہ صحیح ہیں جو اوپر فانبذ الیہم علی سواء کے ترجمے میں لکھے ہیں۔

حذیفہ اور حسیل غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ یہ مکے سے باہر نکلے تھے کہ قریش نے انہیں گرفتار کر لیا، اور اس شرط پر چھوڑا کہ مدینے جاؤ، مگر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ہمارے مقابلے میں نہ آؤ۔ حضورؐ نے یہ قصہ معلوم کر کے فرمایا کہ:۔

انصرفا نفی لهم بعهدهم ونستعین الله علیهم۔ (مسلم عن حذیفه)

تم دونوں جاؤ، ہم بہر حال وفائے عہد کریں گے، اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ سے مدد کے طلبگار ہوں گے۔

جب ایک ذاتی عہد کا اتنا پاس ہے، تو قومی معاہدے کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ معاہد قوموں یا ذمیوں کو صرف کاغذی ہی رعائتیں نہیں دی گئی ہیں، جو کچے دھاگے کی طرح توڑ کر جب ضرورت ہو ختم کر دی جائیں۔ بلکہ سختی کے ساتھ ان کی پابندی کا حکم ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی کے لئے سخت وعیدیں ہیں۔

اس ساری داستان کی روح کیا ہے؟ کمزور اور مقہور قوموں کو رعائتیں اور سہولتیں دینا، مجبوروں کو سہارا دینا اور ان کی زندگی میں آسانی اور تیسیر پیدا کرنا۔

الدین یسر

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی

قیمت پانچ روپے

قرآن اور علم جدید

مصنفہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب ایم اے

قیمت پانچ روپے ۱۲ آنے

ملنے کا پتہ:۔ سکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور